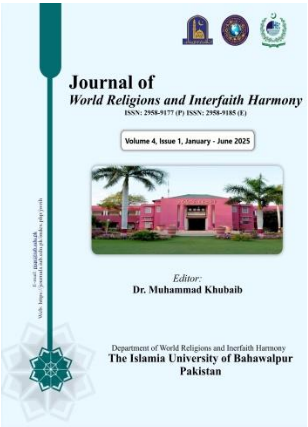

Journal of World Religions and Interfaith

ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)

Vol. 4, Issue 1, Spring (January-June) 2025, PP. 121-139

HEC Recog. no. 2(27)HEC/R&ID/RJ/24/630, Date: 16/4/2025

HEC:https://www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/List%20of%20national%20journals%20on%20web-1.pdf

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/240

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3892

Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title The Prominence of Kinship in Valuable Society: A Thematic Study of the Prophet's Social life

Author (s): Dr. Muhammad Afzal
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore

Received on: 20 Feburary, 2025
Accepted on: 14 May, 2025
Published on: 30 May, 2025

Citation: Afzal, D. M. (2025). The Prominence of Kinship in Valuable Society: A Thematic Study of the Prophet's Social Life. *Journal of World Religions and Interfaith Harmony*, *4*(1), 121–139. Retrieved from https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3892

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حسنِ معاشرت میں اقارب کا لحاظ: سماجیات سیرت کا موضوعاتی مطالعہ

The Prominence of Kinship in Valuable Society: A Thematic Study of the Prophet's Social Life

Dr. Muhammad Afzal
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore
Email: afzal.is@pu.edu.pk

Abstract

Human beings are inherently social creatures, designed by Allah to live in communities and form relationships. Islam recognizes the importance of familial ties and places immense emphasis on maintaining and nurturing relations with relatives. From the moment a person is born, Allah establishes certain kinship bonds that form the foundation of mutual care, support, and sacrifice. These relationships can be both consanguineous and non-consanguineous, including both maḥram and non-maḥram connections. Islamic teachings provide detailed rights and responsibilities towards relatives, including the allocation of inheritance and guidance on conflict resolution. The Holy Qur'an and Sunnah strongly condemn the act of cutting off ties with relatives (qaṭʿ al-raḥim) and warn of spiritual consequences, including deprivation from Paradise. Conversely, those who maintain kinship ties (ṣilat al-raḥim) are promised divine blessings, increased sustenance, and prolonged life.

The Prophetic model exemplifies compassion, patience, and forbearance in dealing with relatives—even those who are unjust or unkind. The Prophet Muḥammad (peace be upon him) consistently upheld family ties through acts of generosity, forgiveness, and emotional support, setting an unparalleled example for the Muslim Ummah.

This thematic study explores the Prophetic methodology in nurturing and sustaining healthy relationships with kins.It aims to highlight the social significance of familial relations in valuable society. The Prophet's interactions with his relatives demonstrate important lessons on compassion, respect, and responsibility. He (P.H.U.H) treated relatives with kindness and generosity served as a model for Muslims.

Keywords: *Prophetic Model, Kinship, Islamic Teachings, Ṣilat al-Raḥim, Family Bonds.*

تعارفِ موضوع

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ان پہلوؤں میں سے ایک نہایت اہم اور بنیادی پہلو خاندانی و معاشرتی تعلقات ہیں، جن کی بنیاد حسنِ سلوک، محبت، رواداری اور خیر خواہی پر رکھی گئی ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ تعلقات کا قیام اسلامی تعلیمات میں نہ صرف اخلاقی فریضہ بلکہ دینی تقاضا بھی ہے۔ انسانی معاشرہ خاندانی رشتوں سے ہی وجود میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرابت داری کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کا ذکر قرآن مجید میں بار بار فرمایا، اور رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کو ایمان کا لازمی حصہ قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی اس معاملے میں کامل نمونہ ہے، جنہوں نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک، عفو و درگزر اور صلہ رحمی کا عملی مظاہرہ فرمایا، حتیٰ کہ ان رشتہ داروں سے بھی تعلق قائم رکھا جو آپ کی مخالفت اور اذیت کا باعث بنے۔ اس تحقیق کا مقصد اقرباء سے حسنِ تعلق، ان کی اہمیت اور لحاظ کے بارے میں اسوہ رسول ﷺ کو واضح کرنا ہے، تاکہ افرادِ معاشرہ کو اس کی روشنی میں راہنمائی میسر ہو سکے کیونکہ موجودہ سماج میں رشتے بہت حد تک اپنی اہمیت کھو چکے ہیں، رشتہ داروں سے قطع تعلقی اور بدلحاظی معمول بنتا جارہا ہے اور خاص طور پر نوجوان نسل میں رشتہ داروں سے بے رخی کا چلن اتنا عام ہو چکا ہے کہ اب اس برے چلن کو قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس تحقیق سے افراد معاشرہ کو بالعموم اور نوجوان نسل کو بالخصوص رہنمائی حاصل ہو گی۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی قرآنی تعلیمات

انسان کو اللہ تعالیٰ نے مدنی الطبع بنایا ہے، تنہاں زندگی گزارنا انسان کے لیے نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اس لیے انسان کی پیدائش کے وقت ہی اللہ تعالیٰ اس کے ایسے رشتے قائم کر دیتا ہے جو اس کے لیے بے لوث قربانیاں دیتے ہیں، اس کی ضروریات، آسائشوں اور راحتوں کا خیال رکھتے ہیں، اس کے لیے آسانیاں اور سہولتیں پیدا کرتے ہیں۔ ان رشتوں میں کچھ محرم اور کچھ نہ محرم رشتے ہوتے ہیں۔ بعض نسبی اور بعض غیر نسبی رشتے کہلاتے ہیں۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے رشتے داروں کے خصوصی حقوق و فرائض متعین کئے ہیں، یہاں تک کہ ان کی وراثت کو بھی بالتفصیل بیان کیا ہے۔ قطع رحم پر محرومی جنت کی وعید سنائی ہے۔ صلہ رحمی اختیار کرنے پر کئی ایک انعام واکرام کا دنیاوآخرت میں انسان کو مستحق قرار دیا ہے۔ اسلام کی تعلیمات رشتہ داروں سے حسن تعلقات قائم کرنے، ان کی زیادتیوں اور بدسلوکیوں پر درگزر کرتے ہوئے ان سے تعلق نبھانے پر زور دیتی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى [1]

اور والدین سے احسان کا سلوک کروگے اور قریبی رشتے داروں سے۔

سورہ النحل میں اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں سے حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ [2]

بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے اور قرابت داروں کو دیتے رہنے کا اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی و نافرمانی سے منع فرماتا ہے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھو۔"

سورہ الاسراء میں رشتہ داروں کو ان کا حق دینے کے بارے میں ارشادِ باری ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا [3]

اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو) اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ۔

سورہ الشوریٰ میں ہے:۔

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ [4]

کہہ دیجیے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قرابت داروں سے محبت کے۔

قرابت داروں سے تعلقات کی اہمیت پر احادیثِ نبوی ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے قرابت داروں کی اہمیت و مقام کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنْ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَ صَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ [5]

---

1 النساء،36:4

2 النحل،90:16

3 الاسراء،17 : 26

4 الشوریٰ،42:23

5 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب،بَابُ مَنْ وَصَلَ وَصَلَهُ اللَّهُ،حدیث نمبر5988،دار طوق النجاة، 1422ھ

رشتہ داری ایک ایسی شاخ ہے جو رحمٰن سے ملی ہوئی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو تجھ سے ملے گا میں اس سے ملوں گا اور جو تجھ سے تعلق توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کروں گا۔

قرابت داروں کا احساس نہ کرنا اور ان سے قطع تعلقی ایسا گناہ ہے کہ آخرت میں عذاب کے باوجود دنیا میں بھی اس کی سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرَى أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ [6]

کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو اس بات کا زیادہ مستحق ہو کہ اس کا وبال آخرت میں ذخیرہ رہنے کے باوجود دنیا میں بھی اس کی سزا بہت جلد نہ بھگتنی پڑے، سوائے قطع رحمی اور ظلم کے۔"

رشتہ داریوں کو قائم رکھنا کس قدر اہمیت کا حامل ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بُلُّوا أَرْحَامَكُمْ وَلَوْ بِالسَّلَامِ [7]

اپنے رشتوں کو تازہ رکھو خواہ سلام کے ذریعے سے ہی ہو۔

رسول اکرم ﷺ کی زندگی ایک مسلمان کے لیے زندگی کے ہر شعبہ اور معاملہ میں کامل ترین رہنمائی اور بہترین نمونہ ہے، آپ ﷺ کی عرب کے جس خاندان میں ولادت باسعادت ہوئی اس میں دونوں طرح کے افراد تھے، بعض نے اسلام کی قبولیت کا شرف حاصل کیا اور بعض کو اسلام کی آغوش میں جگہ نصیب نہیں ہوئی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے اعزا و اقارب سے ہمیشہ محبت اور احترام کا رشتہ ہی قائم رکھا تاکہ رشتے قائم رہیں اور ٹوٹنے نہ پائیں۔ عزت و احترام باقی رہے سوائے ناگزیر وجوہات کے آپ نے ہمیشہ رشتوں کو نبھایا اور ان کا احترام ملحوظ رکھا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی تلوار دیکھی کے تو اس تلوار میں مجھے ایک تحریر ملی جس میں لکھا ہوا تھا۔

وصِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وأحسنْ إلى مَنْ أساءَ إليكَ، وقُلْ الحقَّ ولَوْ على نفسِكَ [8]

---

6 السِّجِسْتاني، سليمان بن اشعث، ابو داود،سنن ابی داؤد، كتاب الادب، بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَغْيِ، حديث نمبر4902، المكتبة العصرية، بيروت

7 البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي، شعب الايمان، باب صلة الارحام، حديث نمبر 7602، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، 2003

"جو تیرے ساتھ قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلح رحمی کر، جو تیرے ساتھ برا معاملہ کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر اور حق بات کہہ اگرچہ وہ تیری ذات کے خلاف ہی ہو۔"

رسول اکرم ﷺ کے ہاں رشتہ داری اس قدر اہم تھی کہ آپ نے اپنی تلوار کی میان میں یہ حدیث رکھی ہوئی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ اقارب کا لحاظ اور احساس ہر وقت اور ہر جگہ رہنا چاہئے۔ محسن انسانیت ﷺ کے ہاں رشتہ داری کی اہمیت اور قدر و منزلت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے نسب ناموں کو حفظ کرو کیونکہ اس سے رشتوں کا علم ہوتا ہے۔ نسب کی پہچان سے ہی صلہ رحمی کو فروغ ملتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا، انہوں نے اس سے تعارف دریافت کیا اس نے دور کی رشتے داری کا حوالہ دیا۔ آپ نے اس سے نرمی سے بات کی اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اعرفوا أنسابكم، تصلوا أرحامكم، فإنه لا قرب بالرحم إذا قطعت، وإن كانت قريبة، ولا بعد بها إذا وصلت، وإن كانت بعيدة [9]

تم اپنے نسب کی معرفت حاصل کرو، تاکہ صلہ رحمی کر سکو۔ کیونکہ رشتوں کے قریبی ہونے کا (کوئی مقصد نہیں) جب سرے سے قطع رحمی کر دی جائے اگرچہ وہ رشتے بہت ہی قریبی ہوں۔ اور رشتوں کے بعید ہونے (کا کوئی معنی نہیں) جب صلہ رحمی کی جائے، اگرچہ وہ بہت دور کی قرابتیں ہوں۔

رسول اکرم ﷺ کی سرفرازی نبوت سے قبل کی زندگی میں قرابت داروں کے ساتھ حسن تعلقات کا بہترین نمونہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ بچپن میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جایا کرتے تھے، بڑے ہوئے تو چچا ابو طالب کے مالی حالات مشکلات کا شکار دیکھے تو ان کی مالی معاونت کے لیے اہل مکہ کی بکریاں چرانے لگے، اپنے چچاؤں کی مدد کرنے کے لیے حرب فجار میں حصہ لیا اور چچاؤں کو دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے اسلحہ تھماتے رہے۔ امن کے قیام کے لیے اپنے خاندان کے ساتھ حلف الفضول میں شرکت کی تاکہ دنیا میں ظلم کا خاتمہ کیا جائے اور مظلوموں کی دادرسی ہو سکے۔ جناب ابو طالب کے ساتھ آپ ﷺ کے تجارتی اسفار بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کس طرح اپنے خاندان اور رشتوں سے جڑے ہوئے تھے اور آپ کو کس قدر ان کی مشکلات کا لحاظ اور احساس تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے رسول اکرم ﷺ

---

8 البانی، محمد ناصر الدین، سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، حديث نمبر1911، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، 1995

9 البانی، سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، حديث نمبر277

کو جب شادی کا پیغام موصول ہوا تو اس وقت بھی رسول اکرم ﷺ نے اپنے اقارب سے مشورہ کے بعد ہی اس رشتہ کو قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے رشتوں کو جوڑنے، ملانے اور محبت والفت کو قائم رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنے اقارب کی خیر خواہی، حسن سلوک اور ہمدردی کا اہتمام فرمایا تھا، مشکل حالات میں حتی الوسع ان کی مدد اور معاونت فرماتے اور ان کی حاجیات اور ضروریات کو پورا کرتے تھے، جس کی گواہی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت دی تھی جب آپ ﷺ پر پہلی وحی کا نزول ہوا اور آپ نے گھر میں آکر وحی اول کے احوال بیان کئے تو سیدہ نے فرمایا:

كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ[10]

بخدا! اللہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ تو رشتوں کا پاس رکھتے ہیں۔

جہاں رشتہ داروں سے حسن سلوک رضاء الٰہی کے حصول کا سبب ہے وہاں اس عمل سے انسانی زندگی کی مشکلات میں کمی اور آسانیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس عمل سے رزق اور عمر دراز ہو جاتے ہیں، اسی لیے سیدہ نے آپ ﷺ کی خوبیوں کی بناء پر فرمایا کہ یہ خوبیوں آپ میں بدرجہ اتم موجود ہیں آپ ہرگز پریشان نہ ہوں۔

اعلانیہ دعوت اسلام اور اقارب رسول ﷺ

اسلام کی خفیہ دعوت و تبلیغ کا عرصہ تین سالوں پر محیط ہے، اس دوران جو افراد اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے ان میں آپ ﷺ کے اقارب بھی تھے۔ جب رسول اکرم ﷺ کو اعلانیہ دعوت اسلام کے بارے میں حکمِ الٰہی موصول ہوا تو اس میں بھی اسلام کی دعوت و تبلیغ کا آغاز اپنے خاندان سے کرنے کا حکم دیا گیا۔[11] ارشادی باری تعالیٰ ہے:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ [12]

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے

اس لیے آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد کو جمع کیا اور ان کے سامنے اسلام کے پیغام کا پیش کیا کہ اگر وہ اسلام کی دعوت کو قبول کرلیں تو دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی ان کا مقدر ہو گی۔

---

[10] الجامع الصحیح، باب بدء الوحی، حدیث نمبر3

[11] مبارکپوری، صفی الرحمان، مولانا، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور، ص112

[12] الشعراء، 214:26

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

آپ ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے اقارب کو ہدایت ربانی کی طرف بلایا، کیونکہ آپ ﷺ کے نزدیک یہ دعوت خیر خواہی اور ہمدردی پر مبنی تھی۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ پوری انسانیت بالعموم اور اپنے اقارب کو بالخصوص دنیا و آخرت کی فلاح سے روشناس کرایا جائے۔[13]

دربارِ نجاشی میں اقارب سے حسن سلوک کا تذکرہ

کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی، اس ہجرت کو مسلمانوں کی اسلام کے لیے اولین ہجرت کا اعزاز حاصل ہے۔ ابھی آغاز اسلام کو بمشکل پانچ سال ہوئے تھے کہ کفار مکہ نے جبر و قہر کے پہاڑ مسلمانوں پر گرادئے تھے، مسلمانوں کی بے بسی اور طاقت وروں کے سامنے کمزوری کے پیش نظر آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حبشہ میں جاکر سکونت اختیار کرلیں۔ دربار نجاشی میں حضرت جعفر الطیار رضی اللہ عنہ سے جب اسلام کی تعلیمات کے بارے میں استفسار کیا گیا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا تھا اس میں آپ نے صلہ رحمی کا تذکرہ بھی کیا کہ کہ پیغمبر اسلام نے جن اعمال کی پابندی کو لازم ٹھہرایا ہے ان میں اقارب سے حسن سلوک سے پیش آنا، ان کا احترام کرنا ان سے خیر خواہی کرنا بھی شامل ہے [14]

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جواب سے واضح ہوتا ہے کہ رشتوں کو جوڑنا، ملانا اور اقارب کا لحاظ اسلام کی بنیادی اور ابتدائی تعلیمات میں سے ہے۔

دربار ہرقل میں اقارب سے حسن سلوک کی گواہی

جناب ابوسفیان مشرف بہ اسلام ہونے سے قبل ہرقل کے دربار میں حاضر ہوئے تھے ان سے دریافت کیا گیا رشتہ داروں کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟ ابوسفیان نے جواب میں کہا کہ آپ ﷺ رشتوں کو قائم رکھنے اقارب سے ہمدردی کی تعلیم دیتے ہیں۔[15]

اقاربِ رسول ﷺ کی عظمت و رفعت

---

13 خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل، الفیصل ناشران، اردو بازار، لاہور، 2011ء، ص561

14 ابن ہشام، عبد الملک، السیرة النبویة لابن ھشام، دار الجیل – بیروت، 1411ھ، 179/2

15 سلفی، محمد لقمان، ڈاکٹر، الصادق الامین، الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ، ضلع مظفر گڑھ، ص116

رحمت عالم ﷺ کو اپنے نسب اور رشتہ داروں سے خاص محبت والفت تھی، ان کا لحاظ اور احساس ہمیشہ سے آپ کے دل میں تھا اس لیے آپ اپنے اعزاء واقارب کی معاونت اور خیر خواہی کے لیے ہمہ وقت میسر رہتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے نسب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اللہ نے سب سے اعلیٰ اور ارفع نسب عطا کیا ہے۔

امام ترمذیؒ نے الجامع الترمذی میں حدیث نقل کی ہے:

> الخلق فجعلني من خيرهم من خير فرقهم وخير الفريقين، ثم تخير القبائل فجعلني من خير قبيلة، ثم تخير البيوت فجعلني من خير بيوتهم، فأنا خيرهم نفسا، وخيرهم بيتا[16]
>
> بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کی، پھر مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا، پھر مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں رکھا، پھر ان کو قبیلوں کی شکل دی، پھر مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر ان کو خاندان کی شکل دی، اور مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں رکھا، پھر اس نے مجھے رشتہ داری اور نسب میں ان میں سب سے بہتر رکھا۔

نسب سے رسول اکرم ﷺ نے جو پسندیدگی اور محبت کا اظہار فرمایا ہے اس سے مسلمانوں کی تربیت کرنا بھی مقصود تھا کہ انسان جس خاندان میں جنم لیتا ہے اسے اپنے نسب اور خاندان کی تکریم، عزت اور قدر کرنی چاہئے نا کہ اپنی نسبت اور خاندان کو اپنے لیے باعث ندامت اور شرمندگی خیال کرے۔ کفار مکہ نے جس وقت رسول اکرم ﷺ کے بارے میں گستاخانہ شاعری کی تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو وہ ان کا جواب دینے کے لیے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے:

> وَالَّذِي بَعَثَکَ بِالْحَقِّ، لَأَفْرِيَنَّهُمْ بِلِسَانِي فَرْيَ الْأَدِيْمِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم : لَا تَعْجَلْ، فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا، وَإِنَّ لِي فِيْهِمْ نَسَبًا حَتّٰى يُلَخِّصَ لَکَ نَسَبِي. فَأَتَاهُ حَسَّانُ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَدْ لَخَّصَ لِي نَسَبَکَ. وَالَّذِي بَعَثَکَ بِالْحَقِّ، لَأَسُلَّنَّکَ مِنْهُمْ کَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ[17]

---

[16] الترمذی، محمد بن عيسي، ابو عیسیٰ، الجامع لترمذي، حديث:3607، مطبوعة: دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، السعودية، 2009م، ص 1069

[17] الطبرانی، سليمان بن احمد، المعجم الكبير، حديث نمبر3582، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، 1994ء

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اپنی زبان سے انہیں اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جلدی نہ کرو، یقیناً ابو بکر قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے۔ (تم ان کے پاس جاؤ) تاکہ ابو بکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پھر واپس لوٹے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابو بکر نے میرے لیے آپ کا نسب الگ کر دیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں آپ کو ان میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو جس طرح اپنے اقرباء سے محبت والفت اور ان کا احترام تھا اسی طرح اپنے نسب کا لحاظ، قدر اور تکریم تھی۔ آپ کے لیے یہ ناقابل برداشت تھا کہ کوئی آپ کے نسب کے بارے میں ناپسندیدہ الفاظ کہے۔

آمدِ مدینہ کے وقت قرابت داروں سے حسن سلوک کا درس

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی طرف تیزی سے بڑھے، اور کہا گیا کہ اللہ کے رسول آ گئے، یہ تین بار کہا، چنانچہ میں بھی لوگوں کے ساتھ پہنچا تاکہ آپ کی زیارت کر سکوں، جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ اچھی طرح دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا، اس وقت سب سے پہلی بات جو میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا وہ یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> یا ایها الناس افشوا السلام، واطعموا الطعام، وصلوا الارحام، وصلوا باللیل والناس نیام، تدخلوا الجنة بسلام[18]

> لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، رشتوں کو جوڑو، اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز ادا کرو ایسا کرنے سے تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے۔

---

[18] ابن ماجه،سليمان بن اشعث،سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمه، باب اطعام الطعام، حديث نمبر3251، دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي

رشتوں کا احترام اور احساس اس اسلام کی بنیادی اور ابتدائی تعلیمات کا جز تھا اس لیے رسول اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے اہل مدینہ کو بھی رشتوں کو قائم رکھنے اور اقارب سے حسن سلوک کرنے پر زور دیا۔

سید الشہداء کی شہادت پر رشتہ داروں کی یاد

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی غزوہ احد میں شہادت ہوئی تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کی نعش تنہا پڑی ہوئی تھی جبکہ دیگر شہداء کے وارثین اپنے پیاروں کی وفات پر غمگین تھے اور آنسوں بہا رہے تھے۔ حمزہ رضی اللہ کا خاندان مکہ کے بڑے خاندانوں میں سے تھا۔ آپ کو خاندان سے دوری کی وجہ سے تنہائی محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج حمزہ کی نعش پر کوئی رونے والا بھی نہیں ہے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے وہ چچا تھے کہ جب ابو جہل نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بد سلوکی کی تو حمزہ رضی اللہ عنہ نہ صرف حمایت میں کھڑے ہوئے بلکہ اسلام کی قبولیت کا علان کر دیا۔ حضرت حمزہ کے ساتھ آپ ﷺ کی کئی ایک تعلق داریاں تھیں، ان کی وفات کا صدمہ بہت گہرا تھا۔ غمی اور خوشی کے موقع پر اپنوں کی یاد آنا ایک فطری عمل ہے اسی لیے اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنے اقارب کو یاد کیا۔

> أن رسول الله ﷺ مَرَّ عَلَى نِسَاءِ بَنِي عَبْدِ الأَشْهَلِ لَمَّا فَرَغَ مِنْ أُحُدٍ فَسَمِعَهُنَّ يَبْكِينَ عَلَى مَنِ استشهد منهم بأحد. فقال رسول الله ﷺ لَكِنَّ حَمْزَةَ لا بَوَاكِيَ لَهُ. فَسَمِعَهَا سَعْدُ ابن مُعَاذٍ. فَذَهَبَ إِلَى نِسَاءِ بَنِي عَبْدِ الأَشْهَلِ فَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَذْهَبْنَ إِلَى بَابِ رَسُولِ اللَّهِ.ص. فَيَبْكِينَ عَلَى حَمْزَةَ. فَذَهَبْنَ فَبَكَيْنَ فَسَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بُكَاءَهُنَّ. فَقَالَ: مَنْ هَؤُلاءِ؟ فَقِيلَ: نِسَاءُ الأَنْصَارِ. فَخَرَجَ إِلَيْهِنَّ فَقَالَ: ارْجِعْنَ. لا بُكَاءَ بَعْدَ الْيَوْمِ۔[19]
>
> جب آپ ﷺ احد سے فارغ ہو کر بنو عبد الاشہل کے گھروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان کی عورتوں کو اپنے شہداء جو احد میں شہید ہوئے تھے ان پر روتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حمزہ کو تو کوئی رونے والا بھی نہیں ہے۔ سعد بن معاذ نے جب یہ سنا تو بنو عبد الاشہل کی عورتوں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ ﷺ کے گھر جائیں اور حمزہ کی میت پر روئیں وہ گئیں اور انہوں نے وہاں رونا شروع کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے جب رونے کی آوازیں سنیں تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا

[19] ابن سعد، محمد، ابو عبداللہ،الطبقات الکبری،دار الکتب العلمیة – بیروت،1990، 12/3

کہ یہ انصاری عورتیں ہیں جو رو رہی ہیں آپ ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا تم واپس چلی جاؤ اور آج کے بعد مت رونا۔

ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں میں سے حمزہ رضی اللہ عنہ پہلے فرد تھے جن کی شہادت ہوئی تھی۔ اس سے پہلے آپ کے خاندان میں جتنی اموات ہوئی تھیں ان کی تجہیز و تکفین میں آپ ﷺ کا خاندان شریک ہوا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر صورت حال مختلف تھی، بیشتر اقارب مکہ میں ہی سکونت پذیر تھے، چند ایک افراد جو اسلام کی آغوش میں آچکے تھے انہوں نے ہجرت کے بعد مدینہ میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ پردیس میں اور رشتہ داروں سے دوری نے اس غم کی شدت میں اضافہ کر دیا تھا۔

رشتہ داری کی وجہ سے قحط سالی کے خاتمہ کے لیے دعا

ہجرت مدینہ کے بعد مکہ مکرمہ میں ایک بار قحط پڑ گیا جس کی وجہ سے اہل مکہ فاقوں میں مبتلا ہو گئے تھے اور بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ ابو سفیان مدینہ میں گیا اور رسول اکرم ﷺ سے عرض کرنے لگا کہ آپ کے رشتہ دار بھوک اور فاقوں کی زندگی گزار رہے ہیں آپ ان کی خاطر قحط سالی کے خاتمہ کے لیے دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو قحط سالی سے نجات عطا فرمادے۔

صحیح بخاری میں ہے:

إِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَئُوا عَنِ الإِسْلاَمِ، «فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا، وَأَكَلُوا المَيْتَةَ وَالعِظَامَ»، فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ هَلَكُوا، فَادْعُ اللَّهَ، فَقَرَأَ: {فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ} [الدخان: 10] ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: {يَوْمَ نَبْطِشُ البَطْشَةَ الكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ} [الدخان: 16] يَوْمَ بَدْرٍ۔[20]

قریش کا اسلام سے اعراض بڑھتا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں بد دعا کی۔ اس بد دعا کے نتیجے میں ایسا قحط پڑا کہ کفار مرنے لگے اور مردار اور ہڈیاں کھانے لگے۔ آخر ابو سفیان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد! (ﷺ) آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں لیکن آپ کی قوم مر رہی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا کیجئے۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: اس دن کا انتظار کر جب آسمان پر صاف کھلا ہوا دھواں نمودار ہو گا آیت کی تکمیل تک (خیر آپ نے دعا کی، بارش ہوئی اور قحط جاتا رہا) لیکن وہ

[20] الجامع الصحيح، كتاب الجمعة، بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعَ المُشْرِكُونَ بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ القَحْطِ، حدیث نمبر 1020

پھر کفر کرنے لگے اس پر اللہ پاک کا یہ فرمان نازل ہوا: جس دن ہم انہیں سختی کے ساتھ پکڑ کریں گے اور یہ پکڑ بدر کی لڑائی میں ہوئی۔

سید منصور پوریؒ نے لکھا ہے:

حضرت یوسف کے سامنے قحط کے دنوں میں ان کے بھائی التجا لے کے گئے، آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی حضور ﷺ کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی۔[21]

اہل مکہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں ابو سفیان کو بھیجا تھا، اس نے رشتہ داری ہی کا حوالہ دیا کہ مکہ میں آپ کے رشتہ دار ہی ہیں جو بھوک اور پیاس سے جانیں کھو رہے ہیں۔ آپ ﷺ کو اپنے اہل قرابت پر رحم آیا اور ان کے لیے قحط سالی کے خاتمہ کی دعا فرمائی اور مکہ والوں کو قحط سالی سے نجات مل گئی۔

اقارب کے لیے غلہ بندی کے خاتمہ کی سفارش

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے مشرف با اسلام ہونے کا ایک طویل واقعہ ہے کہ جب مسلمان ہوئے تو اہل مکہ نے ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ یہ یمامہ کے رہنے والے تھے اہل مکہ کو وہاں سے غلہ آتا تھا تو انہوں نے کہا کہ جب تک رسول اکرم ﷺ اجازت نہ دیں آج کے بعد تم لوگوں کو یمامہ سے غلہ نہیں آئے گا۔ اہل مکہ کا غلہ بالکل بند ہو گیا تو قریش آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمیشہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کیجئے اور ثمامہ سے سفارش کیجئے کہ وہ ہمارا غلہ جاری کر دے۔ رحمت دو عالم نے لکھ کر بھیجا تو غلہ آنا شروع ہوا۔[22]

رحمت عالم ﷺ نے اہل مکہ سے رشتہ داری کی بناء پر ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو سفارشی تحریر نامہ ارسال فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے رشتہ داروں کا غلہ بند کر دیا گیا ہے اور وہ شدید پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں، اہل مکہ میرے رشتہ دار ہیں لہٰذہ ان کے غلہ کی ترسیل فرما دیں۔

یہ ایک سفارش تھی ان رشتہ داروں کی جنہوں نے جبر و ظلم کے پہاڑ توڑے تھے، قتل کا منصوبہ بنایا تھا، وطن بدر کیا تھا، آپ ﷺ کے اصحاب سے وحشیانہ انداز سے پیش آئے تھے۔ اولاد، گھر اور جائیدادیں چھین لی تھیں مدینہ میں بھی امن و سکون سے جینے نہیں دے رہے تھے۔

---

[21] قاضی سلیمان، سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 1998، 202/2۔

[22] بھوجیانی، محمد ادریس، خاندان نبوت، مکتبہ رحمانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، 1993، ص320

فتح مکہ پر اقارب کا لحاظ اور احترام

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی کامیابی مکہ کی فتح تھی۔ فتح مکہ کا دن مسلمانوں کے لیے بہت مسرت اور خوشی کا دن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن مسلمانوں کی خصوصی مدد فرمائی تھی کہ اہل مکہ لڑائی کئے بغیر مسلمانوں کے لشکر کے سامنے پسپا ہو گئے تھے۔ اس موقع پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس مسلمانوں کا جھنڈا تھا جب انہوں نے ابوسفیان کو دیکھا تو جذبات میں آ کر کہا:

الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ، الْيَوْمُ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَةُ[23]

آج کا دن قتل عام کا دن ہے۔ آج کعبہ میں بھی لڑنا درست کر دیا گیا ہے۔

ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے شکایت کی کہ سعد بن عبادہ ایسے کہہ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

كَذِبَ سَعْدٌ بَلْ هَذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللَّهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ الْكَعْبَةُ[24]

سعد نے درست نہیں کہا آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ کعبہ کی عظمت اور زیادہ کر دے گا۔ آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔

یعنی آپ ﷺ نے قتل و غارت کی نفی فرمائی کہ آج بدلے نہیں لیے جائیں گے بلکہ کعبہ کی عظمت و رفعت میں مزید اضافہ ہو گا۔ آج خوف اور ڈر پیدا کرنے کی بجائے حسن سلوک اور صلہ رحمی کی بہترین نظیر پیش کی جائے گی۔

جب مکہ فتح ہو گیا تو آپ ﷺ نے اہل مکہ سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اب تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں تو انہوں نے اسی امید کا اظہار کیا جو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی زندگی بھر میں دیکھا تھا کہ آپ ﷺ اپنے اقرباء کے ساتھ محبت، حسن سلوک اور ہمدردی کرتے رہے ہیں تو کہنے لگے:

أَخٌ كَرِيمٌ وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ وَقَدْ قَدَرْتَ قَالَ: فَإِنِّي أَقُولُ كَمَا قَالَ أَخِي يُوسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (لا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ)[25]

---

23 قاضی سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، 98/1

24 ابن كثير، اسماعيل بن عمر، البداية والنهاية، دار إحياء التراث العربي، 1988، 4/ 333

25 البلاذری، أحمد بن يحيٰی، فتوح البلدان، دار ومكتبة الهلال- بيروت، 1988، 51/1

آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں میں وہی بات کہہ رہا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی۔(آج کے دن تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے، اللہ تم کو معاف کرے اور سب سے بڑا معاف کرنے والا ہے)۔

آپ ﷺ نے اہل مکہ سے طاقت اور قوت سے انتقام لینے کی بجائے ان کے لیے معافی کا اعلان فرمایا نہ صرف معافی کا پروانہ جاری کیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے ماضی پر کوئی طعن و تشنیع اور ملامت بھی نہیں کی جائے گی۔ یہ تھا رشتوں کی پاس داری کا اظہار اور انداز کہ رشتہ دار خواں برا سلوک بھی کریں تو ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ خاندانوں اور نسبوں کا لحاظ اور احترام قائم رکھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے پیروکاروں کے لیے اپنی حیات مبارکہ میں رشتہ داروں سے حسن سلوک اور ان کی غلطیوں پر درگزر کا عملی اظہار اور بہترین نمونہ قائم کیا۔

بادشاہ عمان کے دربار میں آپ ﷺ کی صلہ رحمی کا تذکرہ

حضرت عمرو بن عاص جب رسول اکرم ﷺ کا ارسال نامہ باشاہِ عمان کے پاس لے کر پہنچے تو بادشاہ نے ان سے آپ ﷺ کی بنیادی تعلیمات کے بارے میں سوال کیا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تعلیمات میں رشتہ داروں سے حسن سلوک کا بھی ذکر کیا کہ آپ ﷺ رشتوں کو ملانے اور ان کو جوڑنے کا درس دیتے ہیں۔[26]

قرابت داری کی بناء پر قیدیوں کی رہائی اور نرمی کا مظاہرہ

بدر کا معرکہ سن دو ہجری میں برپا ہوا تھا۔ جس میں اہل مکہ کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ستر افرد کے قتل کے ساتھ ستر افراد کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ بدر کے اسیروں میں رسول اکرم ﷺ کے قرابت داروں میں سے حضرت عباس، عقیل بن ابو طالب اور نوفل بن حارث بھی شامل تھے۔ حضرت عباس کی مشکیں اس قدر سختی سے باندھی ہوئی تھیں کہ وہ کراہنے پر مجبور ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ کو ان کی سسکیوں نے بے چین کر دیا کہ آپ ﷺ بار بار کروٹیں بدل رہے تھے۔ صحابہ کرام بے اضطراب کی کیفیت کو دیکھا تو دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ رحمت دو عالم نے جواب میں فرمایا کہ میرے چچا کے کراہنے کی وجہ سے میں مضطرب ہوں۔ صحابہ کرام نے حضرت عباس کی مشکیں کھول دیں تو ان کی آواز آنا بند ہو گئی آپ

---

[26] بھوجیانی، خاندانِ نبوت کا تعارف، ص365

ﷺ نے پوچھا کہ چچا عباس کا کیا حال ہے آپ کو بتا گیا کہ آپ کی کیفیت کے پیش نظر ان کی مشکیں کھول دی گئی ہیں تو آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ پھر دیگر اسیر ان کی مشکیں بھی کھول دو۔[27]

غزوہ مریسیع سن پانچ ہجری کو ہوا، اس میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے سرفراز فرمایا اور بنو مصطلق کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، جس کی پاداش میں بنو مصطلق کے افراد کو قید کو قید کرلیا گیا۔ ان کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو دستور کے مطابق لونڈیا بنا لیا گیا۔ ان اسیروں کے میں حضرت جویریہ اس قبیلہ کے سردار حارث بن ابو ضرار کی صاحبزادی تھیں، رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں، آپ سے مدد کی درخواست کی آپ ﷺ نے ان کی رقم ادا کردی، انہوں نے قبولیت اسلام کا اعلان کر دیا اور آپ ﷺ نے ان سے رشتہ ازدواج قائم کرلیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنو مصطلق کے اسیر ان کو اس لیے رہا کر دیا کہ اس قبیلہ سے رسول رحمت ﷺ نے رشتہ داری قائم کرلی ہے اور اب یہ آپ ﷺ کے سسرالی ہیں، لہٰذہ یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کو غلامی یا قید وبند کی صوبتوں میں رکھا جائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا، أُعْتِقَ فِي سَبَبِهَا مِائَةُ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ[28]

ہم نے نہیں دیکھا کہ ان (جویریہ رضی اللہ عنہا) سے بڑھ کر کوئی اور عورت اپنے خاندان کے لیے زیادہ برکت والی ثابت ہوئی ہو۔ ان کی وجہ سے قبیلہ بنو مصطلق کے ایک سو گھرانے آزاد کیے گئے تھے۔

حنین کا معرکہ آٹھ ہجری میں ہوا یہ وہ غزوہ ہے جس میں مسلمانوں کو بڑی تعداد میں مالِ غنیمت میسر آیا تھا۔ عہد نبوی میں غزوہ حنین سے بڑھ کر کسی بھی غزوہ میں اتنی زیادہ مقدار میں مالِ غنیمت کا حصول ممکن نہ ہوا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فتح پر بہت خوش تھے کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہوازن کو شکست دینے سے مراد یہ تھا کہ اب مشرکین عرب میں سے کسی گروہ میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت باقی نہ رہی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے اس غزوہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کی تقسیم سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے کہ بنو ہوازن وفد کی صورت میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وفد

27 خالد علوی، انسان کامل، ص562

28 ابن اشعث، ابو داود، سنن ابوداود، كِتَاب الْعِتْقِ، بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا فُسِخَتِ الْكِتَابَةُ، حديث نمبر 3931، المكتبة العصرية، بيروت

کی قیادت زہیر بن صرد کر رہے تھے، انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک زبردست تقریر کی جس میں آپ ﷺ کو یاد دلایا کہ ہماری آپ سے رشتہ داری ہے اس کا پاس رکھئے اور ہمارے قیدی اور مال واپس کر دیجئے۔

"بنو ہوازن کے وفد میں کل چودہ افراد تھے، جن میں نو افراد وہ تھے جو بنو ہوازن کے سرداروں میں سے تھے۔ ان میں آپ ﷺ کے رضاعی چچا ابو برقان بھی تھے۔ اس وفد کے سربراہ زہیر بن صرد تھے جن کا شمار عرب کے فصیح اللسان اور عظیم شاعروں میں ہوتا تھا۔ ان کا تعلق ہوازن کی شاخ بنو سعد بن بکر سے تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ان اسیروں میں آپ کی پرورش کرنے والیاں، آپ کی خالائیں اور پھوپھیاں ہیں ان پر مہربانی کریں۔ اگر ہم نے حارث بن ابی شمرہ یا نعمان بن المنذر کی پرورش کی ہوتی، پھر ان سے ہمیں واسطہ پڑتا جیسے آپ سے پڑا ہے تو ہمیں ان سے بھی شفقت اور ہمدردی کی امید تھی۔ آپ ﷺ تو سب سے زیادہ شفیق اور مہربان ہیں۔ آپ سے تو ہمیں کسی بھی صورت مایوسی کی امید نہیں ہے۔[29]

رسول اکرم ﷺ نے اپنے رضاعی رشتہ داروں پر کمال مہربانی کرتے ہوئے ان کے قیدی اور اموال واپس کر دیئے۔ قیدیوں کی تعداد چھ ہزار کے قریب تھی جبکہ جو مالِ غنیمت واپس کیا گیا تھا اس کی قیمت پچاس کروڑ درہم بنتی تھی۔[30]

مال غنیمت میں قرابت داروں کا حصہ

رسول اکرم ﷺ کو اپنے اقارب سے جو محبت والفت اور احساس تھا اور آپ کے نزدیک جو ان کا مقام، احترام اور ان سے جو ہمدردی تھی، اللہ کریم کے ہاں آپ کا یہ عمل اس قدر مقبول و منظور ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں رسول اکرم ﷺ کے اقارب کے حصہ کا تذکرہ فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ-اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِؕ-وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[31]

جان لو کہ تم جس قسم کی غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا، اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے

---

29 محمد افضل، ڈاکٹر، سفر وادئ طائف، دار النوادر، اردو بازار، لاہور، 2021، ص 96-95

30 مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، سید، سیرت سرور عالم، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، 2013ء، 2/79-80

31 الانفال، 8: 41

اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مالِ غنیمت میں رسول اکرم ﷺ کے رشتے داروں کا حصہ صرف رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی بناء پر ہی مقرر کیا گیا ہے۔

مال فئے میں قرابت داروں کا حصہ

مالِ غنیمت کی طرح مال فئے کی تقسیم کا بتاتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے اقارب کا تذکرہ کیا کہ آپ کے رشتہ داروں کا بھی اس حق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ- كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْؕ-وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ [32]

اللہ نے اپنے رسول کو بستی والوں سے جو غنیمت دلائی تو وہ اللہ اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان (ہی) گردش کرنے والی نہ ہو جائے اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

مال فئے وہ مال ہوتا ہے جو کفار سے لڑائی کئے بغیر مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے، اس کی تقسیم کار کو اللہ تعالیٰ نے واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اقارب کا تذکرہ فرمایا، ان کا حصہ خالصۃً رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نسبت کی وجہ سے بیان ہوا ہے۔

خلاصہ بحث

آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں رشتوں کا لحاظ رکھنے، رشتوں کو ملانے، رشتوں کو جوڑ کر رکھنے اور ان کا احترام کرنے کے بارے میں بڑے قیمتی اور سنہری اسباق ملتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ سرفرازی نبوت سے سے پہلے بھی یہ عظیم خصائل آپ ﷺ کی

[32] الحشر، 59:7

حیات میں جلوہ گر تھے۔ ان خصائل محمودہ کا نہ صرف اپنے بلکہ بیگانے بھی اعتراف کرتے تھے۔ قرابت داروں سے حسن سلوک رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حیات طیبہ کا ایک مستقل اور سنہری باب ہے۔ محسن انسانیت ؐ نے ہمیشہ رشتوں کے احترام میں صبر، حوصلہ اور ہمت سے کام لیا ہے۔ کوہِ صفا کے واقعہ کو ہی لے لیجئے کہ جب رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دعوت توحید دی تو آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چچا ابو لہب نے جس طرح کے ردعمل کا اظہار کیا وہ اس قدر ناگوار تھا کہ اللہ ارحم الراحمین نے اس پر پوری سورہ لہب کا نزول فرمایا لیکن رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے عمل کو دیکھئے کہ اس موقع پر آپ نے قرابت داری کی وجہ سے بذات خود ان کے جواب میں کوئی ایک جملہ بھی نہیں فرمایا۔

رشتہ داروں کے متعلق جو نبوی ہدایات اور عملی نمونہ ہے موجودہ مسلم سماج اس کے برعکس منظر پیش کر رہا ہے۔ ہمارے معاشرہ میں رشتہ داروں سے حسن سلوک، ہمدردی اور احساس کا فقدان ہے، معمولی باتوں یا معاملات پر رشتہ داروں میں قطع تعلقی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ سماج میں قرابت داروں سے ناانصافیاں اور زیادتیاں ایک خوفناک حد تک شدت اختیار کر چکی ہیں۔ بعض واقعات میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ سب مسلم سماج میں ہو رہا ہے یا یہ کسی غیر مسلم معاشرہ کی داستانیں ہیں۔ قریبی رشتہ دار، سگے بہن بھائی حتّٰی کہ بعض اوقات اولاد اور والدین کے درمیان تلخیاں قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہیں۔ خاندانوں میں قطع رحمی یا اقارب سے بے رخی کا جو رجحان پروان چڑھ رہا ہے اس کی حوصلہ شکنی کی جائے تو اس سے معاشرہ میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک، خیر خواہی، ہمدردی، احترام، لحاظ اور میل جول کی فضاء قائم ہو سکتی ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات بحال رکھنے، ان کے ساتھ امداد و تعاون کرنے، آپس میں ایک دوسرے کی عزت و احترام کو ملحوظ رکھنے کے حوالے سے رسول اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا جو اسوہ ہے موجودہ مسلم سماج میں بہت کم دکھائی دیتا ہے۔

دراصل صلہ رحمی کسی رشتہ دار پر مزید احسان کرنے، اس کو ناراض نہ کرنے اور اس کے ناپسندیدہ رویّے کو برداشت کرنے کا نام ہے۔ اہل قرابت کے مزاج کی نزاکت کا خیال رکھنا، ان پر خرچ کرنا، انہیں تحفے تحائف دینا، ان کی دل شکنی سے بچنا یہ تمام خوبیاں اور اوصاف حیات طیبہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے دور میں اولاد اور نوجوان نسل کی تربیت اسوہ حسنہ کی روشنی میں کی جائے اور رشتہ داروں کے بارے میں منفی تصور دینے کی بجائے مثبت سوچ پیدا کی جائے۔ رشتہ داروں کو لفظ "شریک" کے منفی خیال سے مثبت پیغام کی طرف لے کر آئیں کہ "شریک" سے مراد برا نہیں بلکہ اچھے اور برے وقت میں ساتھ دینے والا اور غمی و خوشی میں شریک ہونے والا ہے۔